نئی ہزاری کا مسئلہ

اظہار خیال

ڈاکٹر طارق الرحمن

دنیا بھر میں اس وقت ایک عام غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ نئی ہزاری یکم جنوری 2000ء کو شروع ہو چکی ہے' حالانکہ ایسا نہیں۔ یہ پورے ایک سال بعد یکم جنوری 2001ء کو شروع ہو گی۔ اس کی وجہ بہت سادہ ہے۔ ایک صدی میں 100 برس ہوتے ہیں 99 نہیں۔ یہ سال 1999ء ہے یعنی بیسویں صدی کا 99واں سال ختم ہو رہا ہے۔ اس صدی کا 100واں یعنی آخری سال یکم جنوری 2000ء سے شروع ہو گا اور پورے ایک سال بعد ہم نئی صدی میں داخل ہوں گے۔ یہ نئی ہزاری کا آغاز بھی ہو گا کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے ہزار سال کا ایک ملینیم یا ایک ہزاری ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے بعد دو ہزار سال یکم جنوری 2001ء کو مکمل ہوں گے اور اسی تاریخ کو ہم نئی ہزاری میں داخل ہوں گے۔ اس طرح کی غلط فہمی کیوں پیدا ہوئی؟ میرا خیال ہے پہلی وجہ اس صدی کے آخری سال کی تاریخ میں عدد 2 کا ہونا ہے۔ یہ محض ایک تسلسل کی حقیقت ہے اور اس غلطی کی ایک لمحے میں تصحیح کی جا سکتی ہے۔ اگر ہم پہلی صدی عیسوی میں جائیں اور 99 تک گنیں سال 99 عیسوی اس صدی کا 99واں سال تھا' 100واں نہیں۔ 100واں سال ظاہر ہے کہ 100 عیسوی تھا اور نئی صدی یکم جنوری 101 عیسوی کو شروع ہوئی۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے غلطی کی تصحیح کی جا سکتی ہے۔

اس غلط فہمی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ کمپیوٹر انڈسٹری یکم جنوری 2000ء کو ملینیم بگ کا نام دیتی ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ کمپیوٹرز میں تاریخ لکھتے ہوئے جگہ کی بچت کو مد نظر رکھا گیا تھا۔ مثال کے طور پر 1954ء کے بجائے صرف 54 استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ 19 کیلئے جگہ کی ضرورت تھی جو کمپیوٹر کی ابتدائی اقسام میں بہت محدود تھی۔ 19 کے سابقے کو جانا مانا سمجھ کر چھوڑ دیا گیا تھا' لیکن 99 کے بعد 100 آتا ہے اس طرح دو ہندسوں میں سال دکھانے والے کمپیوٹر پر یہ تاریخ کچھ اس طرح آئے گی 00-01-01 یہ ایک بے معنی سی تاریخ ہے کیونکہ سال 1900ء کے آخر میں بھی دو صفر آتے ہیں اور ویسے بھی 00 کی کوئی تک سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کنفیوژن کے باعث کہا جاتا تھا کہ کمپیوٹر کیا کریں گے۔ کچھ خوف تھا کہ وہ کام کرنا چھوڑ دیں گے یا پھر لایعنی قسم کی ہدایات دینا شروع کر دیں گے جس کے سبب بینک بیلنس صاف ہو جائیں گے اور ہوائی جہاز کریش ہو جائیں گے۔ اس وجہ سے کمپیوٹر ماہرین نے اسے "ملینیم بگ" کہنا شروع کر دیا اور اس سے نبٹنے کیلئے زبردست کوششیں کی گئیں۔ "ملینیم" کی اصطلاح کے عام ہو جانے سے بہت سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ ہزاری بھی تبدیل ہو جائے گی' حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ کمپیوٹر 1900ء کے بجائے 2000 کی تاریخ دکھانا شروع کر دیں گے' لیکن نئی ہزاری ایک سال بعد شروع ہو گی۔

نئی صدی اور نئی ہزاری کے آغاز سے متعلق عام لوگوں کے یقین کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ذرائع ابلاغ اور کاروباری طبقے نے اس چیز کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ اگر آپ ایک اہم موقعے کو صرف نئے سال کے بجائے نئی صدی کے آغاز کے طور پر منائیں گے تو بکری زیادہ ہو گی۔ اس لیے ہوٹل' تحفے تحائف' گریٹنگ کارڈز وغیرہ کے کاروبار اور ساری تفریحی (Entertainment) لابی نے نئی صدی اور نئی ہزاری میں داخل ہونے کی زبردست تشہیر کی' جو اندازے کی غلطی پر مبنی ہے۔ ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ یہ انڈسٹری آئندہ سال بھی یہ سب کرے گی جب ہم واقعتاً نئی صدی میں داخل ہوں گے۔ اس سال کے جوش و خروش کو پھر وہ کیا نام دیں گے' یہ ہم فی الوقت نہیں جانتے' لیکن ایک بات واضح ہے کہ انڈسٹری کو تبھی فائدہ ہو گا اگر اس جوش و خروش کا آئندہ برس بھی مظاہرہ کیا جائے۔

سال 2000ء البتہ ایک غیر معمولی سال ضرور ہے۔ اسے غلطی سے نئی صدی کا پہلا سال سمجھا جا رہا ہے جبکہ یہ موجودہ صدی کا آخری سال ہے۔ مزید یہ کہ لیپ کا سال ہونے کی وجہ سے اس میں فروری کے عمومی 28 دن کے بجائے 29 دن ہوں گے۔ اس کی وجہ جاننے کیلئے ہمیں پہلی صدی عیسوی کے وسط میں بنائے گئے جولیس سیزر کے کیلنڈر میں پوپ گریگری ہشتم کی اصلاحات کو سمجھنا ہو گا۔ جولین کیلنڈر میں ایک سال 365.25 دنوں کا تھا۔ اس سے 11 منٹ اور 14 سیکنڈ کا فرق آ جاتا ہے۔ بظاہر یہ فرق بہت کم لگتا ہے' لیکن 200 سال میں یہ ڈیڑھ دن کا فرق بن جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کیلنڈر میں تبدیلی آتی رہے گی اور عیسائی ولیوں (Saints) کے تہوار موسم کے حساب سے طے شدہ ایام کے مطابق نہیں آئیں گے۔ نئے اصلاح شدہ گریگورین کیلنڈر میں اس فرق کو نئی قیمت سے درست کیا گیا۔ یہ نئی قیمت ایک صدی میں 0.78 دن کے برابر تھی۔ مطلب یہ ہوا کہ 400 برسوں میں 3.12 دنوں کا فرق پڑتا تھا۔ اسے ایڈجسٹ کرنے کیلئے 400 پر قابل تقسیم برسوں میں 29 دنوں کے ایک مہینے کو جمع کیا جاتا تھا۔ سن 1600' 400 پر قابل تقسیم تھا اور اب چار برس بعد سن 2000ء بھی 400 پر قابل تقسیم ہے۔ اس لیے لیپ کا سال ہونے کے باعث اس سال فروری کے 29 دن ہوں گے۔

کیلنڈر میں باقاعدگی قائم رکھنے کیلئے ان تمام ترکیبوں کا مطلب ہے کہ تمام تاریخیں اور وقت کا سارا حساب کتاب غیر معین (Arbitrary) ہے اور جو بھی ہے وہ ایک دائمی' لامتناہی اور وقت کی قید سے ماورا سلسلہ ہے۔ لیکن دوام کا تصور دہشت انگیز اور بعید از فہم و قیاس ہے۔ مزید یہ کہ یہ بالکل قابل عمل نہیں ہے۔ اس لیے ہستی کی پراسراریت سے گریز کرنے اور عملی سرگرمیوں کو ممکن بنانے کیلئے وقت کو ایک حساب اور مرضی سے تقسیم کیا گیا ہے۔ غالباً مصریوں نے سب سے پہلے ایسا کیا اور پھر دوسری تہذیبوں نے ان کی پیروی کی۔

شروع میں سورج اور چاند کے حوالے سے وقت کا حساب رکھا جاتا تھا۔ سورج طلوع ہونے کا مطلب دن کا آغاز تھا اور چاند کے اپنا چکر (یعنی پورا ہونے یا پہلی مرتبہ نکلنے پر) مکمل کرنے سے مراد ایک مہینہ لیا جاتا تھا۔ زرعی معاشروں میں' جو فطرت سے زیادہ قریب تھے' تاریخ یا گھنٹوں کے تعین کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ لوگ موسموں کے مطابق ہی زندگی بسر کرتے تھے۔

بعد میں تہواروں کے صحیح تعین کیلئے وقت کو معیاری اور مستقل بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ وہ ہمیشہ ایک ہی مقررہ وقت پر منائے جا سکیں۔ وقت کے مستقل وقفوں کے حساب سے تاریخوں کا تعین بھی ضروری تھا' جو لین کیلنڈر میں یہ سب ممکن بنایا گیا' ہمیں پاکستان میں مختلف کیلنڈروں سے واسطہ پڑتا ہے۔ زیادہ تر لوگ آج بھی آدھی رات کے بجائے سورج کی روشنی سے دن کا آغاز کرتے ہیں۔ ہم قمری کیلنڈر کے مطابق روزے رکھتے اور عید مناتے ہیں جو چاند کے چکر کے لحاظ سے بدلتا ہے۔ 30 دن کے بعد عید کیلئے دفاتر میں دو دن کی اور کبھی کبھار تین دن کی تعطیل دی جاتی ہے جبکہ یہ دفتری نظام گریگورین کیلنڈر کے مطابق چلتا ہے۔

کسانوں میں مہینوں کے حساب کتاب کیلئے ایک قدیم ہندی کیلنڈر استعمال ہوتا ہے' جو ایک ہزار قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے۔ کسان آج بھی ساون' بھادوں (بارش کے مہینے) اور جیٹھ (گرمی کا مہینہ) اور پوہ (سردی کا مہینہ) کی بات کرتا ہے۔ جدید دور میں ٹک ٹک کرنے والی گھڑی آ گئی ہے' لیکن عام پاکستانی آج بھی قدیم زرعی ذہنیت رکھتا ہے' جس کے مطابق موسم اس لیے اہم ہے کیونکہ اس کا تعلق خوراک (کھیتی باڑی) سے ہے' لیکن اس کی عارضی تقسیم کی کوئی اہمیت نہیں۔ بہرحال وقت ایک نہ ختم ہونے والا جاری تسلسل ہے اور یہ اس وقت زیادہ اہمیت اختیار کرتا ہے' جب ہم جدید دور میں داخل ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے پاکستانیوں کی اکثریت کیلئے 31 دسمبر 1999ء کی نصف شب کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں اور جو کچھ کیا جا رہا ہے محض بین الاقوامی پروپیگنڈا ہے۔

پاکستان میں کسان تو بارش کیلئے آسمان کی طرف دیکھیں گے کیونکہ وہی ایک اہم اور یادگار واقعہ ہو گا اور ان پاکستانیوں سے جن کیلئے یہ رات کوئی اہمیت رکھتی ہے' بارش اور زراعت کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ان دولتمند اور شہروں میں رہنے والے پاکستانیوں کے پاس ان کسانوں کیلئے حقارت کے سوا کچھ نہیں ہے' جو 31 دسمبر کو منعقد ہونے والی ان کی پارٹیوں میں اڑائی جانے والی خوراک پیدا کرتے ہیں اور پھر ایسے پاکستانی بھی ہیں' جو سال نو کی تقریبات کو غیر اخلاقی اور غیر اسلامی سمجھتے ہیں۔ وہ ان پارٹیوں میں جانے والوں کی دھنائی کرنا چاہتے ہیں اور ان کی گاڑیوں پر حملے کرنے کے خواہش مند ہیں۔ وہ بھی کسان کو حقیر جانتے ہیں' لیکن ان کے نزدیک اصل دشمن ان پارٹیوں میں شرکت کرنے والے ہیں نہ کہ یہ نظام جس میں لوگوں کی اکثریت نہ تو پارٹیوں میں شرکت کر سکتی ہے اور نہ ہی نئے سال میں پیٹ بھر کر کھانے کی توقع رکھ سکتی ہے۔ کیا ہم مختلف دنیاؤں میں نہیں رہتے۔

(بشکریہ: "دی نیوز"۔ ترجمہ: واحد ارجمند ضیا) ☆